P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۲ | ۱ | یکم جولائی سنہ ۱۹۵۳ء | ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار | ۱۸ شوال المکرم ۱۳۷۲ ہجری | نمبر ۱۳

کچھ اپنی باتیں

جان وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

دہلی کا اخبار ہندستان ٹائمز اردو زبان کے مسئلہ سے ہمیشہ سے بے تعلق رہا ہے۔ وہ اردو کی تحریک کے متعلق معمولی خبروں کے شایع کرنے سے بھی احتراز کرتا رہا ہے اس لئے تعجب ہوا جب ہم نے اس کی ایک تازہ اشاعت میں لکھنؤ سے اس کے "خاص نامہ نگار" کا ایک بیان پڑھا۔ نامہ نگار نے لکھا ہے کہ:-

"اتر پردیش کی علاقائی زبان کمیٹی کے صدر کے اس بیان نے کہ جو عرضداشت تیار کی جارہی ہے اس پر ۲۰ لاکھ سے زیادہ دستخط ہو چکے ہیں اس مطالبہ پر کہ اردو کو ریاست کی علاقائی زبان تسلیم کیا جائے از سر نو توجہ مرکوز کر دی ہے دستخطوں کے حاصل کرنے کی مہم اس ریاستی اردو کانفرنس کے بعد شروع کی گئی تھی جو دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء میں حسب تحریک انجمن ترقی اردو ڈاکٹر ذاکر حسین کی صدارت میں بمقام لکھنؤ منعقد ہوئی تھی۔

اب ۲۶ جولائی کو اردو کے حامیوں کی ایک کانفرنس پھر لکھنؤ میں زیر صدارت صدر انجمن ڈاکٹر ذاکر حسین ہونے والی ہے۔ اس کے بعد ایک وفد اس غرض سے صدر جمہوریہ کی خدمت میں حاضر ہوگا کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے مطابق اپنی درخواست پیش کرے۔

دستخطی مہم کی کامیابی ایک طرف اور دوسری طرف (اردو کے متعلق) کانگریس کی مجلس عاملہ کی قرار داد جو ۱۶ مئی کو شایع ہوئی ان دونوں نے ریاستی کانگریس کو "چہ کنم" کی حالت میں مبتلا کر دیا ہے۔

گذشتہ نومبر میں ریاستی کانگریس

کی سیاسی کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی تھی جس میں ریاستی حکومت سے کہا گیا کہ وہ اردو کے متعلق اس "شورش" پر توجہ کرے اور اردو دانوں کے مطالبہ کو ملکی اتحاد کو برباد کرنے والا بتایا گیا تھا۔ لیکن اسی کانفرنس میں پنڈت نہرو نے صاف کہا تھا کہ اردو تو اسی ریاست کی زبان ہے خواہ وہ لاہور اور کراچی تک بھی پھیلی ہوئی ہو۔ پھر گذشتہ ماہ مجلس عاملہ کی یہ قرارداد شائع ہوگئی کہ "ہند کے دستور میں ہندوستان کی خاص خاص زبانوں کے نام فہرست ۸ میں درج کئے گئے ہیں۔ ان خاص خاص زبانوں میں اردو بھی شامل ہے اور کمیٹی امید کرتی ہے کہ اس کو اس کی جگہ دی جائیگی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اردو ہندوستان ہی کی ایک زبان ہے اور اہل ملک کی ایک بہت بڑی تعداد اس کو بولتی لکھتی ہے"۔

نامہ نگار کا یہ بیان کہ اترپردیش کی سیاسی کانفرنس میں پنڈت جواہر لال نہرو موجود تھے جب اردو کی تحریک کے خلاف قرارداد منظور ہوئی صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جواہر لال جی بعد میں آئے اور اگر ہماری اطلاع صحیح ہے تو موصوف نے اس قرارداد پر سخت الفاظ میں اپنی ناخوشی کا اظہار کیا۔ غالباً اسی لئے اب مجلس عاملہ نے اترپردیش کی صوبائی کانگریس کی غلط اندیشی کا پورا پورا انسداد کرنے کے لئے یہ قرارداد منظور کی ہے تاکہ اس کے بعد صوبائی کانگریس اپنی تنگ نظری کا مظاہرہ نہ کرسکے۔ یہ تو ہمیں نہیں معلوم کہ مجلس عاملہ کی قرارداد کا صوبائی کانگریس کمیٹی پر کیا اثر ہوا۔ افسوس تو وہ ضرور ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ شاید اب وہ حماقت نہ کرے جو اس نے پہلے کی تھی۔

ہندوستان ٹائمز کے نامہ نگار نے یہ سب کچھ لکھنے کے بعد جو نتیجہ نکالا ہے اور صورت حال کا جو تجزیہ کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ اردو کے تنگ نظر مخالفین اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ نامہ نگار لکھتا ہے کہ:-

"یہ بحث اس قدر زیادہ نہ بڑھتی اگر ہندوستان کی اور ریاستوں کی سرکاری زبان ہندی کا پرچار کرنے میں ہندی کے حامیوں نے انتہا سے زیادہ جوش خروش سے کام نہ لیا ہوتا۔ یہ تو معلوم ہے کہ کس طرح مقننہ کے بعض اراکین صوبائی حکومت کو دھکیل دھکیل کر آگے بڑھاتے ہیں کہ وہ سارا سرکاری کام بالکل ہندی زبان میں منتقل کردے۔ اس صورت میں ان لوگوں کو جنکی نسلوں نے صرف اردو زبان ہی بولی ہے جو دشواریاں پیش آرہی ہیں وہ حقیقی ہیں۔ اردو کے حامی کہتے ہیں کہ ان بچوں کے لئے جو اپنی ابتدائی تعلیم اردو میں حاصل کرنا چاہتے ہیں جو آسانیاں دی گئی ہیں وہ محض برائے نام ہیں۔ یہ شکایت بہت زیادہ ہے کہ اردو دانوں کو عدالتوں اور سرکاری دفتروں میں سخت دشواریاں پیش آرہی ہیں۔"

یہ قوت حقایق کی ہے کہ ہندوستان ٹائمز کے صفحات پر پہلی دفعہ اردو کی علاقائی تحریک کا ذکر آگیا اور اس کے نامہ نگار کے قلم سے بعض ایسی باتیں کاغذ پر آگئیں جنکی حقیقت سے اترپردیش کے بہت سے نیتا انکار کرتے رہے ہیں اور شاید آیندہ بھی کرتے رہینگے۔

جن لوگوں نے علاقائی تحریک میں کام کیا ہے ان کو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دستخطی مہم کا آخری نتیجہ جو کچھ بھی ہو لیکن عوام کی قوت اب ایسے حلقوں میں بھی محسوس کی جانے لگی ہے جہاں اس تحریک کا ذکر تحقیر کے لہجہ میں کیا جاتا تھا۔ عوام کی اس قوت کو اگر ہم برقرار رکھیں اور اس میں اضافہ ہو جائے تو حق و انصاف کی آواز کو کوئی طاقت بھی نہیں دبا سکتی۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— زبان کے مسئلہ پر کانگریس کی مجلس عاملہ کے رزولیوشن کی وضاحت کرتے ہوئے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا کہ مرکزی حکومت اور کانگریس دونوں بعض صوبائی حکومتوں کے متعلق مسلسل یہہ شکایتیں سنتی رہی ہیں کہ وہ حکومتیں قطعی طور پر مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کے متعلق مرکزی تعلیمی بورڈ کے فیصلوں کے خلاف ورزی کرتی ہیں۔

—— ہماری مجال نہیں کہ ہم یہہ بتائیں کہ یہہ روئے سخن کس کی طرف ہے!!

مولانا کے اس ھدیہ کو کئی صوبائی حکومتیں آپس میں تقسیم کرسکتی ہیں۔ لیکن ہماری رائے میں بڑا حصہ اترپردیش ہی کو ملنا چاہئے!!

—— مولانا نے فرمایا کہ زبان کے متعلق مجلس عاملہ کی قرارداد ٹھیک ایسے وقت شایع ہوئی ہے جبکہ اس کی بہت ضرورت تھی۔

—— اس رائے سے بہت سے نیتاوں کو اگر اختلاف ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں!! کیا اچھا ہوتا کہ ہمارے صوبہ کے حکام اعلیٰ میں سے بھی دو چار کانگریس کی مجلس عاملہ کے اس اعلان کے متعلق اپنے خیالات ظاہر فرمانے کی زحمت گوارا فرماتے —— خصوصاً صوبائی کانگریس کے معزز لیڈر!!

——0——

—— شری ٹنڈن جی نے دہرہ دون میں تقریر کرتے ہوئے پھر یہہ شکایت کی مجلس دستور ساز نے عربی کے ھندسوں کو اختیار کرلیا حالانکہ وہ غیر ملکی ہیں۔

—— نیشنل ہرالڈ میں ایک صاحب نے تاریخ کی سند پر دیکر یہہ ثابت کیا ہے کہ عربی ھندسے درحقیقت عربی یا غیر ملکی نہیں ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عباسی خلافت کے زمانہ میں جب ھندوستان کے پنڈت بغداد بلائے گئے تھے تو انہوں نے بغداد کے علماء کو ھندوستان کے بہت سے علوم سکھائے۔ ان پنڈتوں کے شاگردوں میں اس زمانہ کے ایک بڑے عالم محمد ابن موسےٰ الخوارزمی بھی تھے، جنہوں نے ھندستان کے علوم حاصل کرنے کے بعد ریاضی اور علم افلاک کے متعلق سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ان کی ایک کتاب کا بعد میں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا اور اسی کتاب سے مغربی علما کو ان ھندسوں کا علم ہوا جن کو اب عربی کہا جاتا ہے۔ لاطینی میں الخوارزمی کی کتاب کا جو ترجمہ ہوا اس کا نام "اعداد ھندی" ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ھندسے ھندی تھے جن کو خوارزمی نے پنڈتوں سے سیکھا تھا۔

—— چونکہ اس وقت عربی علم و فضل کے ڈنکے بج رہے تھے اور عربی علما تمام دنیا کے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کر رہے تھے اس لئے ان ھندسوں کی اشاعت کے بعد انہیں عام طور پر الخوارزمی سے منسوب کر دیا گیا۔

—— اس علمی تحقیقات کا وزن جو کچھہ بھی ہو لیکن ٹنڈن جی کی خاطر بیقرار کو تو (اگر وہ اس تاریخی سند کی تردید نہ کر سکیں) مطمئن ہو جانا چاہئے کہ جن ھندسوں کو وہ غیر ملکی سمجھتے تھے وہ در اصل خاص سنسکرتی ہیں! یہہ بات معلوم کر کے ٹنڈن جی کے منہ کا مزہ بدل جانا چاہئے!

—— لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ وہ تو اردو ہی کو ملکی زبان نہیں مانتے۔ لاکھہ پنڈت نہرو یا کانگریس کی مجلس عاملہ کہے کہ اردو ملکی زبان ہے لیکن بےصدق۔

ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے!
ٹنڈن جی نہیں مانتے، نہیں مانتے!

—— ہم تو کانگریس کی مجلس عاملہ کی قرارداد کے متعلق کانگریس کے سابق صدر کے بیان کا بیچینی کے ساتھہ انتظار کر رہے ہیں —— کلمہ حق میں اور اتنی دیر!!

----ہماری حکومت نے محصول ڈاک میں مزید اضافہ کر دیا ہے یہہ ٹیکس اخباروں، رسالوں اور کتابوں کے فروخت پر جو اثر کریگا اس کے متعلق کاروباری لوگ شور مچا رہے ہیں۔ ان کا کہنا یہہ ہے کہ گویا علم پر محصول لگا دیا گیا ہے اور اس لئے بہت ہی افسوسناک اور قابل اعتراض ہے۔

----اس زمانہ میں جب کہ تمام مہذب دنیا میں خود انسانیت پر بہت سخت ٹیکس لگا ہوا ہے ہمارے ملک میں اگر تھوڑا محصول علم سے وصول کر لیا جائے تو شکایت کیوں؟ البتہ اگر کچھ شکایت ہو سکتی ہے تو یہہ کہ ہمارے ملک میں علم کی مقدار ہی بہت کم ہے اب اس میں سے بھی اگر سرکاری وضعات ہو جائیں تو پھر گرہ میں کیا باقی رہتا ہے! لیکن بجٹ کے اندر خرچ کے آمد پائی کا حساب لگانے والوں کی سمجھہ میں یہہ بات کیونکر آئے۔

----کہا جا رہا ہے کہ جب سے محصول ڈاک میں یہہ اضافہ ہوا ہے کتابوں کی اشاعت ۸۰ فی صدی کم ہو گئی ہے۔ خیر وہ ۸۰ فی صدی کم ہوئی ہو یا نہ ہوئی لیکن اگر ۲۰ فی صد بھی کم ہو گئی ہے تو پھر ہندستان میں تہذیب و کلچر کی ترقی کے منصوبوں کا کیا حشر ہوتا ہے

----سیاسی آزادی کے زعم میں ہم کتنی باتیں بھولے جا رہے ہیں!!

----کشمیر میں اعلان کیا گیا ہے کہ اس ریاست کی سرکاری زبان اردو ہو گی!

----اس کا علاج یہہ ہے کہ اس ریاست کی اترپردیش میں ضم کر دیا جائے!! تب معلوم ہو گا جناب شیخ عبد اللہ کو!!

انجمن کی خبریں

کانپور | کانپور کی جمعیۃ علماء کے سکریٹری حافظ حمید احمد صاحب نے ایک بیان میں کہا کہ یہہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اردو کے لئے ۲۰ لاکھہ دستخط حاصل ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ جمعیۃ اردو کی علاقائی کمیٹی کی جد و جہد کی پوری تائید کرتی ہے۔

سکندرآباد | ایک جلسہ عام میں جو زیر صدارت جناب حکیم قاضی محمد مسعود عالم صاحب خطیب جامع مسجد منعقد ہوا حسب ذیل قرارداد دیں منظور کی گئیں:۔

مسلمانان سکندرآباد کا یہہ عام جلسہ گورنمنٹ یوپی کے اس حکم کو جو اس نے ہماری درخواست پر میونسپل بورڈ کے ماتحت اسلامیہ مدارس مکاتب کو بدستور سابق لفظ اسلامیہ سے موسوم کئے جانے کی منظوری عطا فرمائی ہے بہ نظر استحسان دیکھتا ہے ور میونسپل بورڈ سکندرآباد کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس نے گورنمنٹ کے حکم کے بموجب اپنے ماتحت اسلامیہ مدارس و مکاتب کے ساتھہ لفظ اسلامیہ کو بدستور سابق قائم رکھنے کی منظوری دیدی ہے۔

(۲) جن طلبا کی مادری زبان اردو ہے ان کی ہندی کی قابلیت ان مدارس اسلامیہ سے درجہ پنجم پاس کرنے کے بعد حسب قاعدہ گورنمنٹ صرف درجہ تین تک ہوتی ہے لیکن آگے چلکر جیونیر ہائی اسکولوں اور ہائر سکنڈری اسکولوں میں ان طلبا کو جملہ نصاب ہندی زبان میں پڑھنا پڑتا ہے کیونکہ عام طور پر اب ان اسکولوں میں اردو زبان میں تعلیم کا کوئی انتظام نہیں رہا ہے اور اردو میں چھاپی ہوئی کتابیں بھی اب دستیاب نہیں ہوتی ہیں جسکی وجہ سے ان طلبا کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اکثر طلبا ایسی تعلیم کو بار عظیم سمجھکر گھبرا کر چھوڑ دیتے ہیں اور تعلیم سے قطعی محروم رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ اترپردیش کی حکومت نے اپنے حکم میں واضح طور پر تحریر کر دیا تھا کہ جہاں کہیں بھی مطالبہ ہو ہندی کی جگہ اردو بطور زبان پڑھائی جائے اور دیگر مضامین بھی اردو کے ذریعہ پڑھائے جائیں۔ ایسی صورت میں مسلمانان سکندرآباد

کا یہہ عام جلسہ گورنمنٹ اترپردیش سے درخواست کرتا ہے کہ درجہ ششم سے آگے کے کل درجات میں آن طلبا کے لئے جنکی مادری زبان ہندی نہیں ہے علاوہ ہندی کے دیگر مضامین کی تعلیم کا انتظام طلبا کی مادری زبان یعنی اردو میں مناسب طور پر کیا جائے اور مقررہ کورس کی کتابیں بھی اردو میں شائع کرائی جائیں تاکہ مسلمان بچوں کی حق تلفی نہ ہو اور وہ تعلیم سے محروم نہ رہ جائیں۔

اردو کی ہمت افزائی

اردو زبان کی علاقائی دستخطی مہم کی کامیابی پر معاصر "اجیت" لکھتا ہے کہ:-

"دیکھنا چاہئے کہ کانگریس سرکار اس مہم کی کامیابی کا اثر قبول کرتی ہے یا نہیں یعنی اردو کو یو-پی کی علاقائی زبان مانا جاتا ہے یا نہیں؟ کچھہ بھی ہو ہم مدعیان اردو سے کہیں گے کہ وہ اب ہاتھہ پر ہاتھہ دھر کر نہ بیٹھہ جائیں۔ اگر اردو کو یو-پی کی علاقائی بھاشا مان لیا گیا تو یو-پی کے ورکروں کو پنجاب کی طرف دھیان دینا چاہئے ہمارا مطالبہ یہہ ہے کہ اردو کو اختیاری زبان کے طور پر ضرور پڑھایا جائے چونکہ پنجاب میں فرقہ پرستی کا زور ہے اس لئے دوسرے صوبہ کے ورکروں کی مدد کی ہمیں زیادہ ضرورت ہے۔ اگر دستخطی مہم کی کامیابی کو سرکار نظر انداز کردے تب یو-پی کے حامیان اردو کو پہلے سے بھی زیادہ زور سے کام شروع کرنا چاہئے۔ ہم پنجاب والے یو-پی والوں کی مدد نہیں کرسکے۔ یہہ ہماری کمزوری ہے۔ شاید یو-پی والوں کو ہماری مدد کی ضرورت بھی نہ ہو۔ لیکن ہم یو-پی کے حامیان اردو کی مدد کے ضرورت مند ہیں ہم یہہ مانتے ہوئے بھی کہ پنجاب کی علاقائی زبان پنجابی اور راشٹر بھاشا ہندی ہے خواہش مند ہیں کہ اختیاری زبان کے طور پر اردو پنجاب میں کم از کم مڈل سٹینڈرڈ سے ضرور ہی پڑھائی جائے۔ اردو کو ذبح کیا جارہا ہو اور ہم چپ سادھے بیٹھے رہیں یہہ برداشت نہیں کیا جاسکتا۔"

(۱۰ جون سنہ ۱۹۵۳ ع)

ہمیں اس معاصر کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس نے حامیان اردو کی ہمت افزائی کی کوشش کی ہے۔ اس کا یہہ مشورہ قابل قدر ہے کہ حامیان اردو ہمت ہار کر نہ بیٹھیں۔ اور نہ اپنی کوششوں کو صرف یو-پی تک محدود رکھیں۔ انہیں چاہیے کہ پنجاب میں بھی یہہ مہم چلائیں کیونکہ اس صوبہ میں اردو کو نمایاں حیثیت حاصل ہے اور وہ وہاں اوپری زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے نیز اس کے پڑوس میں دو ملک ہیں کشمیر اور پاکستان۔ کشمیر کی سرکاری زبان اردو ہے اور مغربی پنجاب اردو کا گہوارہ ہے۔ اگر کسی وقت ہند اور پاکستان کے تعلقات درست ہوئے اور کشمیر کو سکون حاصل ہوا تو مشرقی پنجاب کو مغربی پنجاب اور کشمیر سے بھی واسطہ پڑے گا۔ اور تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لئے ایک ایسی زبان کی ضرورت ہوگی جو ان سب میں مشترک ہو اور جو شمالی ہند کے تمام علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ اگر پنجاب میں اردو کے لئے علاقائی مہم کا موقع آیا تو یو-پی کے حامیان اردو ضرور اس کی امداد کریں گے۔ کوشش یہہ ہونی چاہیئے کہ یو-پی میں اردو کی علاقائی حیثیت تسلیم کرلی جائے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو اردو کے حامیوں کو اور زیادہ گرم جوشی کے ساتھہ کام کرنا چاہیئے کیونکہ جو کام اخلاص اور تسلسل کے ساتھہ ہوگا وہ کبھی نہ کبھی وقت ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔

(الجمعیتہ)

خورجہ خورجہ ۲۰ جون سنہ ۱۹۵۳ ع

قمر تنویر صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو خورجہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ تقسیم

کے بعد خورجہ کی "انجمن ترقی اردو" نے شعر و ادب کی جتنی خدمت کی ہے ہر چند کہ اس کا پروپیگنڈا نہیں ہوا نہ اخبارات میں اس کا چرچہ کیا گیا مگر جاننے والوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا منحوس مہینہ گذرا ہوگا جس میں کوئی نہ کوئی ادیب و شاعر انجمن ترقی اردو کی دعوت پر نہ آیا ہو اور اہل ذوق اس کے افکار سے مستفید نہ ہوئے ہوں۔

ابھی گذشتہ ہفتہ میں گوالیار سے جناب دہ ڈی نیوی ور جناب ریاض ایم - اے چھبوروی تشریف لائے تھے اور کئی دنوں تک خورجہ کی ادبی فضا شعر و ادب کی دل نواز خوشبوؤں سے مہکتی رہی۔ ان حضرات کے ساتھ گوالیار کے مشہور وکیل اور وہاں کی بزم ادب کے روح رواں جناب مولوی امانت اللہ صاحب نے بھی تشریف لانے کی زحمت فرمائی تھی۔ آپ کی تشریف آوری کے موقع پر جو ادبی مجلس ترتیب دی گئی تھی اس میں خورجہ کے لائق فخر شاعر جناب نیر نے خصوصیت سے شرکت فرمائی۔ طے پایا کہ خورجہ کی انجمن ترقی اردو کی طرف سے جلد ہی ایک ادبی اجتماع کیا جائے۔ اس کے کنوینر قاضی محمد افضل اللہ صاحب طرب نوحی بنائے گئے ہیں۔

---o---

انجمن ترقی اردو بھورو ا ۱۶ جون

سنہ ۱۹۵۴ ع کو انجمن ترقی اردو بھورا ضلع بلیا کا تیسرا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ پہلے اجلاس کی صدارت نسیم صاحب بھوروی ادیب بی - اے نے کی جس میں کئی تجویزیں منظور ہوئیں۔ شب کا اجلاس اور مشاعرہ حافظ شفیق الرحمان صاحب شفیق الہ آبادی کی صدارت میں ہوا جس میں عارف بلیاوی۔ نذیر بنارسی۔ فنا بنارسی۔ دل لکھنوی۔ شباب لکھنوی۔ قیصر الہ آبادی۔ وزیر الہ آبادی۔ مینا الہ آبادی۔ جگر گورکھپوری اور آصف عارفی نے شرکت فرمائی جلسہ کی کارروائی کا آغاز مولانا شفیق جونپوری صاحب کی تقریر سے ہوئی۔ صدر مجلس استقبالیہ مسعود غلام صاحب اور صدر جلسہ شفیق صاحب کا خطبہ صدارت بہت پسند کیا گیا۔

(نامہ نگار)

---o---

حیدرآباد و سکندرآباد کی ۸۰ فیصدی آبادی اردو بولتی ہے

ہندستان ۱۲ جون

[اسے آندھرا میں نہ ملایا جائے۔
پروفیسر مسٹر ہارون کا مطالبہ]

حیدرآباد کے علم و سیاست کے ماہر پروفیسر ہارون خاں جو سیاست پر اردو میں کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ایک بیان میں اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کو آندھرا میں شامل نہ کیا جائے۔ آپ نے سنہ ۱۹۵۱ ع مردم شماری کے اعداد و شمار کو پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ حیدرآباد کی آبادی سات لاکھ چالیس ہزار تھی اور ان میں سے چار لاکھ ۲۰ ہزار اشخاص نے اردو کو اپنی مادری زبان بتایا ہے اس کے بعد حیدرآباد کی جو ہندستان کا سب سے بڑا چوتھا شہر ہے، آبادی دس لاکھ پچیس ہزار ہو گئی ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ لسانی بنیادوں پر آبادی کی تقسیم کی تفصیلات فراہم نہیں ہو سکی ہیں۔

انہوں نے آگے چلکر بتایا کہ ان شہروں کی ۸۰ فیصدی آبادی اردو بولتی ہے اور باقی ۲۰ فیصدی آبادی تلگو، مرہٹی، کنڑی اور تامل اور ہندی حیدرآباد کو اسی طرح سے آندھرا میں نہیں ملایا جا سکتا جس طرح کہ اس کو مہاراشٹر میں نہیں ملایا جا سکتا۔ ان شہروں کی آبادی ریاست حیدرآباد کی آبادی کا ۲۰ فیصدی حصہ ہے ان شہروں کا کلچر آبادی کے تمام عناصر نے مل کر بنایا ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ آندھرا والے حیدرآباد کو آندھرا کا صدر مقام بنانے کا خواب دیکھنے کے بجائے ورنگل یا کسی اور شہر کو جو آندھرا کے مرکز میں واقع ہو صدر مقام بنالیں۔

مطبوعات

سی۔ ایف۔ انیڈریوز

[ترجمہ ضیاء الدین احمد برنی صاحب ناشر، تعلیمی مرکز، کراچی۔ قیمت چار روپیہ گیارہ آنے]

دینا بندھو اینڈریوز مرحوم کا نام نہ صرف ہندستان کی جنگ آزادی کی تاریخ سے وابستہ ہے بلکہ انکی زندگی کو دوسرے ممالک کے ایشائی اقوام کی سیاسی جدوجہد سے بھی گہرا تعلق رہا ہے۔ لیکن وہ درحقیقت سیاسی آدمی نہ تھے بلکہ خدمت خلق اور حب انسانیت کے ایک خالص جذبہ کے تحت انہوں نے اپنی ساری عمر مظلوم اقوام کی حمایت میں صرف کی۔ ہندستان کی تحریک آزادی میں مرحوم گاندھی جی کے دست و بازو تھے۔ انکی زندگی مسیح کی تعلیمات کا ایک بہترین نمونہ تھی اور آخر دم تک ان ہی اصولوں کے مطابق وہ انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔

انگریزی زبان میں انکی سوانح عمری بنارسی داس چترویدی اور مارجوری سایکس نے شائع کی ہے۔ اسکا اردو ترجمہ شایع کرکے برنی صاحب نے ایک بڑا کام کیا ہے اس تقریباً پانچ سو صفحات کی کتاب کا ہر صفحہ غور کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔ ان لوگوں کو جو ہندستان کی تحریک آزادی کے اخلاقی پہلو کا گہرا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اس کے ہر صفحہ میں روشنی ملے گی۔

برنی صاحب کی یہہ کتاب ہر صاحب ذوق کے کتب خانہ میں ہونی چاہئیے۔

—o—

موجودہ دور میں مسلمانان مدھیہ پردیش کی تعلیمی حالت

۱۔ نہایت افسوس کے ساتھ ہم یہ خبر سنانے پر مجبور ہیں کہ گذشتہ پانچ سال میں مسلمانان مدھیہ پردیش کے تعلیمی مفاد کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور ان کی تعلیمی حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ اس ابتری کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جبکہ سنہ ۱۹۴۸ ع میں حکومت مدھیہ پردیش نے صوبہ کا واحد گورنمنٹ ہائی اسکول ختم کردیا جو پچھلی حکومت نے امراؤتی میں نہایت شاندار عمارت میں قائم کیا تھا اور جس کے لئے ایک خاصا اچھا بورڈنگ ہاوس بھی مہیا کیا گیا تھا اور مسلمانوں نے اس درسگاہ میں تعلیم پانے والے طلباء کے لئے نہایت شاندار مسجد جو مسجد عثمانیہ کے نام سے مشہور ہے تعمیر کی تھی۔ سابق کانگریسی وزیر تعلیم جناب ایس۔ وی گوکھلے صاحب نے برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو یقین بھی دلایا تھا کہ اس ہائی اسکول کو ختم کرنا تو درکنار بلکہ اسے ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جائیگا۔ اور ان کا یہہ وعدہ تحریری تھا اور ان کی تحریر اب بھی موجود ہے مدرسہ ہذا نہایت اچھی حالت میں تھا اور صوبہ کے بہترین ہائی اسکولوں میں اس کا شمار کیا جاتا تھا۔ اور مسلمانان صوبہ کی موجودہ تعلیمی بیداری ایک بڑی حد تک اس مدرسہ کی مرہون منت ہے۔ اس درسگاہ کو ختم کرنے کے لئے حکومت کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اسے بلا وجہ توڑا گیا اور اسطرح مسلمانان صوبہ کے تعلیمی مفاد کو نقصان پہنچایا گیا۔

۲۔ علاوہ ازیں ٹھیک اس زمانہ میں جبکہ اردو ہائی اسکول متذکرہ بالا کی بربادی عمل میں آئی صوبہ کا واحد گورنمنٹ ٹیکنیکل اردو اسکول جو داروہ ضلع ایوت محل میں تھا بلاوجہ بند کردیا گیا۔ اور اسی طرح اردو نارمل اسکول کو امراؤتی سے کھنڈوہ جیسی غیر موزوں جگہ پر منتقل کیا گیا جس سے مسلمانوں کی تعلیمی مشکلات میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔

۳۔ معاملہ صرف یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ داستان کافی طویل ہے۔ گذشتہ دور حکومت میں اردو مدرسوں کے لئے ڈپٹی انسپکٹرس کے علاوہ اسسٹنٹ انسپکٹر آف اسکولس اور پورے صوبہ کے مسلم تعلیمی مفاد کے پیش نظر مسلم ایجوکیشنل آفیسر مقرر کئے گئے تھے اور عرصہ دراز سے ایسا ہوتا چلا آرہا تھا اور

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری بھی تھا ۔ اس سے مسلمانوں کی تعلیم کو بہت فائدہ پہنچا ۔ اور ان آسامیوں کو مستقل طور پر برقرار رکھنا لازمی امر تھا ۔ لیکن ان عہدوں کو بھی آج سے تین چار سال قبل ہی حکومت وقت نے ختم کر دیا اور اردو اسکولوں کی نگرانی اور امتحانات وغیرہ ہندی مرہٹی داں آفیسروں کے سپرد کر دئیے گئے جو اردو سے بالکل ناواقف ہیں ۔ اور اب لوکل بورڈز نے دو تین سال سے مختلف اضلاع میں اردو پرائمری اور مڈل اسکولس ختم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور مختلف ضلعوں میں مختلف مقامات کے کئی اردو مدرسے بند کر دئیے گئے ہیں ۔ اور ابھی یہہ سلسلہ جاری ہے ۔ ابھی حال ہی میں چاندور ریلوے میونسپل کمیٹی نے بلاوجہ مقامی اردو اسکول کی عمارت کو لیکر اس کی عمارت میں اپنا آفس منتقل کرنیکا فیصلہ کیا ہے ۔

۴ ۔ اردو مدرسوں کے بند کرنے اور ختم کرنے کے سلسلہ میں ایک اور ستم ظریفی قابل غور ہے ۔ جتنے اردو مدرسے ختم کئے گئے ہیں ان کی عمارتیں اور بورڈنگ ہاؤس کی عمارتیں یا تو ہندی یا مرہٹی مدرسوں کے لئے دیدی گئی ہیں یا کسی سرکاری اور نیم سرکاری آفس کو دیدی گئی ہیں ۔ اردو ہائی اسکول امراؤتی ، اردو نارمل اسکول امراؤتی اور دوسرے مدرسوں کی عمارتیں اور بورڈنگ ہاوس کے ساتھ ایسا ہی عمل ہوا ہے ۔ اور جو کچھہ چاندور ریلوے کی میونسپل کمیٹی نے وہاں کے اردو اسکول کے متعلق طے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ ستم ظریفی برابر جاری ہے ۔ جن حالات میں یہہ سب کچھہ عمل میں آرہا ہے ان پر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جہاں کسی ہندی یا مرہٹی مدرسے کے لئے یا کسی آفس کے لئے عمارت کی ضرورت ہوتی ہے تو پہلی نظر وہاں کے مقامی اردو مدرسوں کی عمارت پر پڑتی ہے ۔

۵ ۔ گذشتہ پانچ سال میں صوبہ میں کئی نئے مدرسے کھولے گئے ہیں ۔ ان میں چند ٹیکنیکل اسکول اور ایگریکلچر اسکول اور نام نہاد سائنس کورس ہائی اسکول بھی شامل ہیں ۔ لیکن بد قسمتی سے ان اداروں میں اردو کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ اور ان تمام نئے اداروں میں ذریعہ تعلیم ہندی یا مرہٹی رکھا گیا ہے ۔ اور اس طرح مسلم طلباء کی ترقی کے راستے مسدود کر دئیے گئے ہیں ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سب کچھہ نہایت باقاعدہ طریقے پر ایک طے شدہ اسکیم کے تحت ہو رہا ہے ۔ اسٹیٹ گورنمنٹ اور مرکزی حکومت کی توجہ کئی مرتبہ اس طرف مبذول کرائی گئی ۔ ور کئی احتجاجی تجویزیں اور درخواستیں ان کی خدمت میں دیگئیں کہ اردو ہائی اسکول امراؤتی ، اردو ٹیکنیکل اسکول داروہہ اور اردو نارمل اسکول کھنڈوہ کو ان کی اپنی عمارتوں میں منتقل کیا جائے اور نیز ہماری دوسری تعلیمی شکایات کو رفع کیا جائے ۔ مرکزی حکومت کے تو ہم مشکور ہیں کہ آس نے ہماری چیخ و پکار کے جواب میں صوبائی وزیروں کی کانفرنس کی منظور شدہ تجویز جو ۱۹ اور ۲۰ اگست سنہ ۱۹۴۹ ع کو منعقد ہوئی تھی ہمیں بھیج کر ممنون فرمایا ہے ۔ اس تجویز کی رو سے ایسے جداگانہ مدرسے جن میں وہ طلباء تعلیم پاتے ہیں جن کی مادری زبان علاقائی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان ہے ور وہی ان کی ذریعہ تعلیم بھی ہے برقرار اور جاری رکھے جاسکتے ہیں ۔ اس تجویز کی نقلیں صوبائی حکومت کو بھی بھیجدی گئی ہیں لیکن اب تک اسٹیٹ گورنمنٹ نے اس سلسلہ میں کوئی عملی اقدام نہیں کیا ہے ۔ ابھی چند ہی دن ہوئے کہ ہم نے پھر سلسلہ جنبانی شروع کی ہے اور آنریبل چیف منسٹر مدھیہ پردیش

کی توجہ اپنی مندرجہ بالا شکایات اور مطالبات کی طرف دلائی ہے اور ہمیں قوی امید ہے کہ صاحب موصوف ہمارے معاملات پر ہمدردانہ غور فرما کر فوراً ہماری تعلیمی مشکلات اور شکایات کو رفع فرمائینگے۔

۹۔ اس سلسلہ میں ہم یہہ بھی عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ دور میں ہماری اپنی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اور اپنے بچوں کے تعلیمی مستقبل کے ایک بڑی حد تک ہم خود ذمہ دار ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم صرف حکومت کے بھروسے پر بیٹھے رہیں ہمیں اللہ تعالی کی نصرت پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے خود اپنے قدموں پر کھڑا رہنا چاہئیے۔ جو کچھہ ہوا یا ہو رہا ہے اس میں ہماری اپنی غفلت شعاری کا بھی کافی ہاتھہ ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ گذشتہ پانچ سال کے پر آشوب دور کے باوجود برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جو مسلمانان برار کی دیرینہ تعلیمی جماعت ہے اور جسکا برار کے مسلمانوں کی بیداری میں بہت بڑا حصہ ہے آج بھی زندہ ہے۔ اس مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے چند مخلص دوستوں کے مشورے سے یہہ طے کیا تھا کہ اپریل سنہ ۱۹۵۳ ع میں بمقام کھام گاؤں برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس کیا جائے اور اس کانفرنس کی از سر نو تنظیم کر کے اس میں زندگی کی نئی روح پھونکی جائے

چنانچہ عالی جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے اپریل ۱۹۵۳ ع میں ہونے والے اجلاس کی صدارت کے لئے درخواست کی گئی تھی اور صاحب موصوف نے صدارت بھی قبول فرمائی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے صوبہ میں پانی کی سخت قلت ہونیکی وجہ سے اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔ انشاءاللہ اب پھر اجلاس منعقد کرنیکا مصمم ارادہ ہے۔ توقع ہے کہ مسلمانان برار اس معاملہ میں ہماری مدد فرمائینگے۔ اللہ تعالی ہم سب کی کوششوں کو بار آور فرمائے۔

احقر

ہدایت علی

سکریٹری۔ برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔ امراؤتی

——0——

امید افزا علامت! دہلی کے ایک روزنامہ سے دلچسپ مسرت افزا اطلاعیں ملی ہیں کہ:-

(۱) اس اردو بیزاری، اردو کشی کے دور میں بھی اب کی سال بھارت کی راجدھانی خاص دہلی یونیورسٹی سے ۶ طلبا نے اردو میں ایم۔اے کیا ہے! ایک نے درجہ اول میں اور تین نے درجہ دوم میں۔

(۲) ان چاروں میں مسلمان کوئی بھی نہیں۔ ایک عیسائی ہے اور تین ہندو!

گویا اردو سے ہمدردی اور اس سے عملی دلچسپی صرف پرانے ہی سو پچاس غیر مسلموں تک محدود نہیں بلکہ نئی نسل کے بھی کچھہ نوجوان اپنے بزرگوں سے یہہ ورثہ حاصل کرنے میں پیش پیش ہیں — اور یہہ "فرقہ وارانہ" بلکہ نیم پاکستانی زہریلی ذہنیت ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی سرایت کرتی جا رہی ہے!

اعدادکی زبان حال سے! اعداد شائع ہوئے ہیں کہ ہند کی راجدھانی دہلی سے کل پرچے ۳۴۴ کی تعداد میں شایع ہوتے ہیں (روزنامہ ۲۸ ہفتہ وار ۱۱۲ ماہنامہ ۲۰۴) زبان وار ان کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

ہندی	۱۰۷
انگریزی	۷۱
اردو	۱۰۰

اردو پرچوں کی یہہ تعداد، انگریزی ہی نہیں، راشٹر بھاشا ہندی کے مقابلہ میں بھی، سنہ ۱۹۴۷ ع میں نہیں سنہ ۱۹۵۳ ع میں پانچ، چھہ سال کی مسلسل و منظم اردو کشی کے بعد!— اللہ ری اردو کی سخت جانی!

(صدق)

خطبہ صدارت

جو

انجمن ترقی اردو اور اسٹوڈنٹس لائبریری
بانس بار یہوروا

کے

تیسرے سالانہ ادبی اجتماع منعقدہ ۱۹ جون میں پڑھا گیا

از

حافظ شفیق الرحمان شفیق صاحب الہ آبادی

اردو اس ملک کی عام زبان اور مختلف قوموں کے صدیوں کے اتحاد کی مقدس یادگار ہے۔ جس نے تہذیب اور شائستگی کو ترقی دینے، عوام میں بیداری پیدا کرنے اور ملکی تحریکوں کو کامیاب بنانے میں عظیم الشان خدمتیں انجام دی ہیں۔ اور آزادی کی دولت تو تنہا اسی کے سہارے کی ممنون ہے جس کی دستاویز "انقلاب زندہ باد" کا حشر آفرین نعرہ ہے۔ ایسی زبان کو جس کے خمیر میں اتحاد اعلیٰ تہذیب اور شائستگی کا جز شامل ہے جو لوگ مٹانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہندوستان میں بسنے والوں کے باہمی میل جول اور اتحاد یکجہتی کے سب سے بڑے دشمن اور وطن کے سب سے بڑے غدار ہیں۔ اور یہہ نہیں جانتے کہ

قانع کی تلوار دلوں پر تو حکومت کرسکتی ہے زبان پر نہیں۔ ٹوٹے ہوئے دل کو تدبالٹی سے نہیں جڑتے، زبان کی ہم آہنگی اور یک رنگی سے جڑتے ہیں۔ زبان کی مخلوق کا قانون کتابوں میں محفوظ رہ سکتا ہے دلوں میں نہیں اور غیر فطری اصول پر کسی زبان کی اشاعت کا طریقہ خود اس زبان کے لئے انتہائی مضر ہے جس کا کوئی مداوا نہیں۔

ہندوستان کے دستور اساسی میں جن چودہ زبانوں کو ہونے کا قانونی حق دیا گیا ہے ان میں اردو بھی ہے۔ ہندی تو صرف سرکاری زبان ہے جس کا تعلق قومی زبان سے نہیں ہے۔ نہ اس زبان میں قومی زبان بننے کی صلاحیت ہے۔ اور نہ کبھی پیدا ہوسکتی ہے۔ جن متعصب اور وطن دشمن لوگوں کی زبانوں پر یہہ نعرہ ہے کہ اردو کرتی زبان نہیں ہے وہ ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی پر بیٹھ کر سب سے بڑا جھوٹ بول رہے ہیں۔ اردو ہندوستان کے ہر گھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور شاعر وفلسفی سے لے کر معمولی آدمی تک کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ کی علاقائی تحریک کے ان فارموں کو پیش کرسکتے ہیں جن پر ہندو۔ سکھ۔ عیسائی سب نے اردو کو اپنی مادری زبان لکھا ہے۔

ہم ہندی کے مخالف نہیں ہیں نہ کسی زبان کے معاملے میں ہم نے کبھی متعصبانہ رویے کو جائز رکھا ہے۔

اردو کی ترقی اور حفاظت کی ذمہ داری یوں تو اردو کے تمام ہی خواہوں پر عائد ہوتی ہے مگر یہہ فرض سب سے زیادہ شعرا کا ہے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے آپ کی گذشتہ خدمتوں کا تذکرہ سامنے آتا ہے۔

زبان کی صفائی، درستی اور تراش و خراش مشاعروں ہی کے ذریعہ ہوتی ہے اور آپ ہی نے برسوں کی لگاتار محنتوں کے بعد زبان میں لطافت، پاکیزگی اور تہذیب کا ایسا حسن پیدا کیا ہے جس کی یہ دولت ہمارے ادب کا خزانہ علمی جواہر پاروں سے معمور نظر آتا ہے اور ہماری زبان کا شمار دنیا کی حسین ترین زندہ زبانوں میں ہوتا ہے۔

مگر معاف کیجئے۔ آج کل کے مشاعروں کا رنگ ڈھنگ وہ نہیں ہے جو کبھی تھا۔ اسی وجہ سے ان کی افادیت میں بڑی کمی آگئی ہے اور یہہ بہت بڑا ادبی خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ مشاعروں کی کثرت اور سستی شہرت کے طالب شعراء نے اس فن کی شرافت کو اور بھی بدنام کر دیا ہے اس ذوق کی ترقی یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ لوگ دوسروں

کا کلام اپنے نام سے اس طرح پڑھنے لگے ہیں کہ گویا یہہ انہیں کی تخلیق ہے۔ اس متعدی بیماری کی روک تھام کا معقول انتظام نہیں کیا گیا تو مشاعروں کی وقتی مقبولیت اردو کے گلے پر چھری بن جائے گی۔

شاعر کے لئیے وقت کی رفتار کا مزاج داں ہونا ضروری ہے تاکہ وہ زندگی کے بہتے ہوئے دھاروں سے ہم کنار ہوسکے۔ شاعر اور ادیب کے قلم کے خطوط میں زندگی کی جھلک اور زندگی کا زور اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کے دل کے جذبات سے اس کے محسوسات کی سماعت آگاہ ہوتی ہے اور وہ اپنے خون کی گردش کے خروش میں وقت کی جنبش نبض کی جھنکار سنتا ہے۔

میں مشاعروں کا مخالف نہیں ہوں بلکہ ان کی بے پناہ افادیت پر یقین رکھتا ہوں اور یہہ چاہتا ہوں کہ شعرائے کرام اور اہل ذوق اس کارآمد بزم کو تفریح کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ اس سے وقت کے اہم تقاضوں کے پورا کرنے کا کام لیں۔ میں مشاعرے کے کنوینر جناب نعیم الحق صاحب بھوروی اور مسعود عالم صاحب صدر مجلس استقبالیہ کا ممنون ہوں جن کی عنایتوں سے آپ صاحبوں کی زیارت نصیب ہوئی۔

میری دعا ہے کہ بھوروا کے نوجوانوں کا گرم خون "اردو کے تاج محل" کا معین و مددگار ثابت ہو۔

آصف علی صاحب مرحوم

کی

ادبی یادگار

"پرچھائیں"

ناشر: انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ۔

قیمت چار روپیہ

بمبئی کا اخبار "بھارت جیوتی" اس کتاب کے متعلق لکھتا ہے:-

"جناب آصف علی کی المناک وفات سے اردو کی ادبی دنیا میں ایک بڑی شخصیت کم ہو گئی اور اردو میں جو خلا پیدا ہو گیا وہ کبھی نہ بھرا جاسکیگا۔ جناب آصف علی جو ہندوستان کی آزادی کے بڑے علمبردار تھے ملک کے ایک سچے رہبر تھے اور انہوں نے ہر چیز اپنے ملک کے لئے قربان کردی تھی۔ سیاسی کاموں کے علاوہ مرحوم اردو ادب میں ایک بہت بڑے ادیب تھے اور فاضل اہل قلم میں بہت ممتاز تھے۔ ان کے قلم کا زور ان کی کتاب "پرچھائیں" میں نمایاں ہوتا ہے۔ "پرچھائیں" ان کی ادبی قابلیت کا ایک شاہکار ہے اور اردو ادب کی یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اس شاہکار میں آصف علی صاحب نے زندگی کے فلسفہ اور اس کے حقائق کو نہایت شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ بہترین اردو ٹائپ کی طباعت نے کتاب کے حسن میں اور اضافہ کردیا ہے۔"

انجمن کی مطبوعات

گذشتہ تین سال میں انجمن نے .. معیاری کتابیں شائع کرکے اردو ادب میں ایک اقدر اضافہ کیا ہے۔ ان مطبوعات کی تفصیلی فہرست تیار ہے۔ جو انجمن ترقی اردو ہند، علی گڈھ کے دفتر سے مفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

انجمن کی

ایک بر وقت اشاعت

ترقی پسند ادب

یہ کتاب ترقی پسند شاعر سردار جعفری کی تصنیف ہے اور غالباً اس موضوع پر پہلی مستند کتاب ہے۔ اس میں ترقی پسند ادبی تحریک کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے کہ ترقی پسند تحریک کا رشتہ بین الاقوامی ہے جو قومی حدود اور جغرافیائی سرحدوں کو توڑ کر انسانیت کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جو انصاف، محنت اور آزادی کے جذبے میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ کسی قوم کی برتری اور تفوق کا تصور اس نئی دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ ان اوراق میں بہت سی غلط فہمیوں کو جو ترقی پسند ادب کی تحریک کے متعلق پیدا ہوگئی ہیں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب بہترین ٹائپ میں اعلیٰ قسم کے چکنے کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔

قیمت مجلد ۶ روپیہ

حیاتِ اجمل

اخبار "ہندو" مدراس کا تبصرہ:-

"مولف نے اپنا کام بہت قابل تعریف طریقہ پر پورا کیا ہے انکا طرز تحریر سادہ مگر پر زور ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ دوسری زبانوں اور انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ شائع کیا جائے"

قیمت مجلد ۸ روپیہ۔

انجمن ترقی اردو علیگڈہ سے

ملسکتی ہے

… ظہور … حسن منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا۔